متعدی بیماریوں کا شرعی جائزہ

Shariah Review of Infectious Diseases

Dr. Muhammad Safi Ullah Saffi
Ph.D Islamic Studies,
Education Department, KP, Pakistan
saffi.2003haqani@gmail.com

Muhammad Noman
Ph.D Scholar, Department of Islamic & Religious Studies,
The University of Haripur, KP, Pakistan
Numanm964@gmail.com

ABSTRACT

The prosperity and development of any country depends on the health and well-being of its people. The real wealth of this country is the mental and physical health of its inhabitants. Everyone, regardless of color, race, religion, language, political, social or economic status, has the fundamental right to enjoy the blessings of good health. This right is also recognized by the World Health Organization (W.H.O.) and has been made clear at various meetings. In modern times, the word "health" has been defined in a new paragraph. Controlling diseases and preventing their spread is the main goal of today's medical science while the treatment of diseases is considered as its secondary goal. Sigerist has interpreted this statement very well in one place. He writes: "A physically and mentally balanced person who is able to adapt to his or her social and physical environment deserves to be called 'healthy' in the true sense of the word. Such a person can use his physical and mental abilities to adapt to changes in the environment. Therefore, being free from diseases is not only a sign of health, but health is a positive attitude, to perform one's duties and responsibilities in a cheerful manner.

Keywords: Infectious, Diseases, Islamic role, health**.**

تمہید

کسی بھی ملک کی خوش حالی اور ترقی کا دارومدار اس کے باشندوں کی صحت و تندرستی پر ہوتا ہے۔ اس کے باسیوں کی ذہنی و جسمانی صحت مندی ہی دراصل اس ملک کی حقیقی دولت ہوتی ہے۔ ہر شخص کو بلا امتیاز رنگ، نسل، مذہب، زبان، سیاسی سماجی و معاشی حالات یہ بنیادی حق حاصل ہے کہ وہ صحت مندی کی نعمت سے فیض یاب ہو سکے۔ اس حق کو بین الاقوامی ادارہ صحت (W.H.O) بھی تسلیم کرتا ہے اور اس کی صراحت گاہے بہ گاہے اس کی مختلف مٹینگوں کے دوران کی جاچکی ہے۔ جدید دور میں لفظ "صحت" کی توضیح ایک نئے پیرائے میں کی گئی ہے۔ بیماریوں پر قابو رکھنا اور ان کے انتشار پر روک لگانا آج کی طبی سائنس کا بنیادی مقصد ہے جبکہ بیماریوں کے علاج کا شمار اس کے ثانوی مقصد کے تحت ہوتا ہے۔Sigerist نے ایک جگہ اس بیان کی تشریح بڑی خوبی سے کی ہے۔ وہ لکھتا ہے:

"جسمانی اور ذہنی اعتبار سے متوازن شخص جو اپنے سماجی اور طبیعی ماحول سے مطابقت پیدا کر سکے، وہی صحیح معنوں میں صحت مند کہلانے کا مستحق ہے۔ ایسا شخص اپنی طبیعی اور ذہنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ماحول میں رونما ہونے والی تبدیلیوں سے مطابقت پیدا کر سکتا ہے (بشرطیکہ وہ عام حدود سے تجاوز نہ کر چکی ہوں) اور اپنی قابلیت و صلاحیت کے موافق سماج کے بہبود اور تعمیر کے عمل میں حصّہ لیتا ہے۔ اس لیے محض بیماریوں سے پاک ہونا ہی صحت مندی کی علامت نہیں بلکہ صحت مندی ایک مثبت رویہ ہے، فرائض اور ذمہ داریوں کو اسلوبی سے قبول کر کے انجام دینے کا۔"[1]

متعدی بیماریوں کا اسلامی تصور

اسلام چونکہ صفائی ستھرائی والا مذہب ہے۔ اس لئے یہ بھی میڈیکل سائنس کی طرح پورے ماحول کو صاف ستھرا اور صحت بخش رکھنے کی تاکید فرماتا ہے۔ رہنے سہنے کے مقام کو صاف ستھرا رکھنے اور اسے صحت بخش بنانے کی اسلام کے اندر کافی تاکید آئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ صحت عامہ، صفائی ستھرائی اور احتیاط سے متعلق اسلام کا جو موقف ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ دین اسلام میں صفائی تقرب الی اللہ کا درجہ رکھتی ہے۔ شریعت کی ساری کتابیں اپنی ابتداء طہارت کے باب ہی سے کرتی ہیں کیونکہ شریعت کی نظر میں عبادت سے قبل صفائی اور نظافت کا اختیار کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ یہ لازم ہے کہ نماز سے قبل وضو کیا جائے اور وہ تمام اعضاء دھوئے جائیں جہاں گندگی، مٹی، دھول اور پسینہ کا گمان ہوتا ہے۔ عبادت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ کپڑے اور بدن پاک صاف ہوں اور وہ جگہ بھی پاک صاف ہو جہاں عبادت کی جارہی ہو۔

صفائی اختیار کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ"[2] "

"اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ کو پاکیزگی اختیار کرنے والے ہی پسند ہیں"۔

اور حدیث نبوی ﷺ ہے کہ:

" الطهور شطر الإيمان "[3]

"صفائی آدھا ایمان ہے"

اسلامی تعلیمات میں طہارت کا باب اُن مقامات کی طہارت سے شروع ہوتا ہے جہاں سے فضلات خارج ہوتے ہیں۔ یہ طہارت کا پہلا اُصول ہے اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہر شخص سمجھتا ہے کہ اس کے بغیر طہارت کا کوئی تصور مکمل نہیں ہوتا۔

" عن أنس بن مالك، يقول كان النبي صلى الله عليه وسلم «إذا خرج لحاجته، أجيء أنا وغلام، معنا إداوة من ماء، يعني يستنجي به "[4]

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ رفعِ حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو میں اور ایک لڑکا پانی کا برتن لے کر حاضرِ بارگاہ ہوتے تاکہ آپ ﷺ اس سے اِستنجا فرمالیں

چند مندرجہ ذیل احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ میڈیکل سائنس کی طرح اسلام بھی بیماریوں سے بچنے کی ترغیب دیتا ہے اور بیماری کے متعدی ہونے سے انکار نہیں کرتا۔ جیسے رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

" لايوردن ممرض على مصحح"[5]

"بیمار اونٹ کو تندرست اونٹ کے پاس نہ لے جاؤ۔

دوسری جگہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہیں:

" عن أبي هريرة أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: «لا يوردن ممرض على مصح» قال: فراجعه الرجل فقال: أليس قد حدثنا أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «لا عدوى، ولا صفر، ولا هامة "[6]

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بیمار جانور کو تندرست جانور کے ساتھ نہ رکھو ورنہ تندرست بھی بیمار پڑ سکتا ہے۔تو ایک آدمی اس کے پاس آیا اور کہا کہ کیا آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث" لا عدوى، ولا صفر، ولا هامة " نقل نہیں کی ہیں"۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

" فر من المجذوم كما تفر من الأسد "[7]

"جذامی شخص سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو"۔

جذام کیا ہے؟

یہ مائکو بیکٹریم لیپری Mycobacterium Leprae نامی جراثیم سے پھیلتا ہے۔ابتدا میں جلد اور اعصاب متاثر ہوتے ہیں متاثرہ جلد کا حصّہ بے رنگ یا ہلکے گلابی رنگ کا ہو جاتا ہے۔اس حصّہ پر پسینہ نمودار نہیں ہوتا اور وہاں کے بال جھڑ جاتے ہیں۔جلد کا یہ حصّہ چکنا اور چمک دار دکھائی دینے لگتا ہے اور اس کی سطح قدرے ابھری ہوئی محسوس ہوتی ہے۔اسی قسم کے داغ رفتہ رفتہ جسم کے دوسرے حصّوں پر بھی نمودار ہو جاتے ہیں۔جذام اپنا اظہار بعض دوسری صورتوں میں بھی کر سکتا ہے۔جیسے جسم کے چند حصّوں خصوصاً ناک، ہاتھ اور پیر کی انگلیوں کے سرے اور کان کی لووں کا جھڑ جانا، ہاتھ اور پیروں پر چھالوں کا نمودار ہونا۔چہرے کا چھوٹی چھوٹی گانٹھوں Nodules سے متاثر ہونا، انگلیوں پر سوجن آجانا، بھوؤں کا جھڑنا، ہاتھ اور پیروں پر ایسے چھالوں کا پیدا ہو جانا جن سے ایک قسم کا بدبودار مادہ بہتا رہتا ہے۔ایسی تمام صورتوں میں جسم بدوضع اور بدشکل ہو کر رہ جاتا ہے اور مریض سے کراہیت سی محسوس ہوتی ہے۔مگر یاد رہے یہ تمام تبدیلیاں ابتدائی حملے کے دوران نمو نہیں پاتیں ان سے بچنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آگے تحریر کی جانے والی علامات میں سے اگر چند علامتیں بار بار نظر آئیں تو متاثرہ شخص فوراً کسی ڈاکٹر یا قریبی جذام مرکز سے رجوع کر کے اپنا شک رفع کر لے۔خدانخواستہ جذام کے آثار ہوں تو ان سے بھی نپٹنا اتنا مشکل نہیں۔

آج معاشرے میں جذام اور متعدد بیماریوں کے بارے میں بڑے گمراہ کن خیالات پائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے ہمارے ملک سے ابھی تک ان امراض کا خاتمہ ممکن نہیں ہو سکا ہے۔ چنانچہ جذام سے متعلق بھی مندرجہ ذیل غلط فہمیاں بڑی عام ہیں

1. جذام ایک موروثی مرض ہے اور لاعلاج ہے۔
2. جذام خطرناک حد تک ایک متعدی مرض ہے۔
3. سماجی بائیکاٹ کا ڈر
4. بھکاری اس بیماری کو پھیلانے کے ذمہ دار ہیں۔
5. جذام ایک سزا ہے جو ان مریضوں کو پچھلے جنموں کے پاپوں کی پاداش میں دی جا رہی ہے۔

جذام کی چند علامتیں یہ ہو سکتی ہیں: کمزوری، الجھن، سر درد، جوڑوں میں درد، بخار، بھوک میں کمی، قبض اور جسم کے حصّوں خصوصاً پیٹھ وغیرہ پر جلد کی رنگت کا تبدیل ہو جانا وغیرہ۔

ایک بڑی غلط فہمی جو پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ جذام قابل علاج مرض نہیں ہے اور اس جہالت کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ خود مریض اور اس کے رشتہ دار علاج کی طرف سے لاپرواہی برتنے لگتے ہیں۔ اس کے بجائے وہ اندھی عقیدت کا شکار ہو کر مقدس مقامات کی سیر اور زیارت کرتے اور متبرک دریاؤں کے پانی سے نہاتے پھرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس سے مرض پیچیدہ سے پیچیدہ تر مرحلہ میں داخل ہو جاتا ہے اور اس کا علاج دن بدن مشکل ہوتا چلا جاتا ہے۔ مریض اچھی طرح سمجھتا ہے کہ سماج ایسے اشخاص سے تعلقات منقطع کر لیتا ہے اور یہ خوف اسے اپنے روگ کو سماج کی نگاہوں سے چھپا کر رکھنے پر اکساتا ہے۔ اس طرح مرض کو پوشیدہ رکھنے کا سبب سماجی ہے۔

مجذمین سے بھاگنے کے بارے میں دوسری جگہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عن ابن عمر قال: كنا مع النبي صلى الله عليه وسلم في طريق بين مكة والمدينة فمر بعسفان فرأى المجذومين، وفي لفظ: وادي المجذومين فأسرع رسول الله صلى الله عليه وسلم السير وقال: "إن كان شيء من الداء يعدي فهو هذا". ابن النجار وقال فيه الخليل بن زكريا الشيباني عامة أحاديثه مناكير لم يتابع عليها "[8]

"ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک راہ میں تھے آپ عسفان کے پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجزوم لوگوں کو دیکھا اوایک متن میں یہ لفظ

ہے کہ مجذومین کی وادی دیکھی پس آپ نے رفتار تیز کر دی او فرمایا کہ اگر کوئی بیماری متعدی ہے تو وہ یہ ہے۔اس کی سند میں خلیل بن زکریا شیبانی جس کی اکثر احادیث منکر ہے اور ان کا کوئی تابع نہیں"۔

جذامیوں کی بیماری سے بچنے کے لئے حضور اکرم ﷺ نے ان سے ایک نیزہ کے فاصلہ سے بات چیت کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔حدیث میں ہے کہ:

"وإذا كلمتموهم، فليكن بينكم وبينهم قيد رمح "[9]

"جب تم ان (جذامی) سے بات چیت کرو تو تمہارے اور ان کے درمیان ایک نیزہ کا فاصلہ ہونا چاہئے"۔

اس لئے کہ جب آدمی بات کرتا ہے تو اس کے منہ سے تھوک کے چھینٹے نکلتے ہیں جس میں بیماری کے کافی جراثیم موجود ہوتے ہیں یہ جب مخاطب کے اوپر پڑیں گے تو مخاطب کو بھی بیماری میں مبتلا کر سکتے ہیں۔اسی طرح بیماری کے پھیلنے سے بچاؤ کے لئے طاعون زدہ علاقہ میں نہ جانے اور وہاں سے بھاگنے سے منع کیا گیا ہے۔حدیث میں ہے کہ:

إذا سمعتم بالطاعون بأرض فلا تدخلوها، وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا منها "[10]

"جب تمہیں معلوم ہو کہ کسی جگہ طاعون ہے تو وہاں مت جاؤ اور جہاں تم ہو وہاں اگر طاعون پھیل جائے تو اسے چھوڑ کر مت جاؤ"۔

ان تمام احادیث یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ بعض بیماریاں متعدی ہوتی ہیں جن سے احتیاط برتنا ضروری ہے۔لیکن دوسری طرف بہت سے احادیث ایسی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ متعدی بیماری کوئی نہیں۔

جیسے ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

" عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا عدوى ولا هامة ولا صفر فقام أعرابي, فقال لرسول الله صلى الله عليه وسلم: يا رسول الله إن الإبل تكون في الرمل كأنها الظباء فيرد عليها البعير الجرب فتجرب كلها, فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: فمن أعدى الأول؟ "[11]

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عدوی کچھ نہیں ہے نہ صفر کچھ ہے اور نہ ہامہ کچھ ہے پس ایک اعرابی کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ پھر ان اونٹوں کو کیا ہوا جو صحرا میں ہرنوں کے مثل پھرتے

ہیں پس ان میں اچانک کوئی خارش زدہ اونٹ مل جاتا ہے اور دوسرے اونٹوں کو بھی خارش زدہ کر دیتا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ پھر پہلے کو یہ مرض کس نے لگائی تھی؟"۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

" عن ابن عباس، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " لا طيرة , ولا هامة , ولا عدوى قال رجل: تطرح الشاة الجرباء في الغنم , فتجربهن؟ قال النبي صلى الله عليه وسلم وابن عباس فالأولى, من أجربها؟ "[12]

"ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ بدشگونی ہے اور نہ ہامہ کچھ ہے پس ایک آدمی نے کہا کہ خارش زدہ بکری جب بکریوں میں داخل ہو جائے تو ساری بکریاں خارش زدہ ہو جاتی ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابن عباس نے فرمایا کہ پہلے کو مرض کس نے لگائی؟"

وہ دیہاتی یہ سن کر لاجواب ہو گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یاد رکھو متعدی مرض، چھوت شگون اور بد فالی کوئی چیز نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کو پیدا کر کے اس کی زندگی، روزی اور مصیبت مقرر کر دی ہے۔ یعنی موت وحیات، مرض وصحت اور مصیبت وراحت سب تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے جو کچھ بھی ہوتا ہے سب تقدیر سے ہوتا ہے اگر ایک بیماری دس آدمیوں کو ہوتی ہے تو وہ بھی تقدیر سے اور اذن الٰہی سے ہوتی ہے بیماری میں بذات خود یہ طاقت ہر گز ہر گز نہیں ہے کہ وہ بغیر اذن الٰہی کے کسی دوسرے کے لگ جائے۔

جیسے کنز الاعمال میں وارد ہیں:

" لا يعدي شيء شيئا فمن أجرب الأول لا عدوى ولا صفر خلق الله كل نفس فكتب حياتها ورزقها ومصائبها "[13]

"کوئی چیز دوسری چیز کو تعدیہ نہیں کرتی اگر یہ بات ہے تو پھر اول کو کس نے لگائی کوئی چھوت چھات نہیں ہے اور نہ صفر کچھ ہے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے ہر نفس کو پھر اس کی حیات لکھی اور اس کا رزق اور مصائب لکھے"۔

تجربہ اور مشاہدہ بھی بتلاتا ہے کہ وبائی امراض میں سب ہی مبتلا نہیں ہوتے بہت سے لوگ ان بیماریوں سے محفوظ اور صحت مند بھی رہتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ بیماری خود کسی کو نہیں لگتی جب اور جس وقت اور جس کو حق تعالیٰ شانہ چاہتے ہیں بیمار کرتے ہیں اور جس کو نہیں چاہتے اس کو بیمار نہیں کرتے۔

اسی طرح دوسری جگہ ابن عطیہ سے روایت ہے:

" عن ابن عطية أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «لا عدوى ولا هام ولا صفر ولا يحل الممرض على المصح وليحلل المصح حيث شاء فقالوا: يا رسول الله! وما ذاك ؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «إنه أذى "[14]

"ابن عطیہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ بدشگونی ہے اور نہ ہامہ کچھ ہے اور نہ صفر کچھ ہے بیمار کا تندرست پر اترنا درست نہیں اور صحت مند کا ہر جگہ جانا جائز ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ کیوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ایذا ہے"۔

ابوداود شریف میں ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہیں:

" عن أبي هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «لا عدوى، ولا هامة، ولا نوء، ولا صفر "[15]

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھوت چھات اور ھام کچھ نہیں اور نہ بارش اور صفر کچھ ہے"۔

علاوالدین رحمۃ اللہ علیہ کچھ یوں ذکر کرتے ہیں:

" لا عدوى، ولا صفر ولا هامة ولا يتم شهران ستين يوما ومن خفر بذمة الله لم يرح رائحة الجنة "[16]

"نہ چھوت چھات ہے اور نہ صفر ہے اور نہ ہامہ (مقتول کی روح) ہے اور دو مہینے ساٹھ دن کے پورے نہیں ہوتے اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ذمہ کو توڑا وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھ سکے گا"۔

ابوداود شریف میں سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہیں:

" عن سعد بن مالك، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول: «لا هامة ولا عدوى، ولا طيرة، وإن تكن الطيرة في شيء ففي الفرس، والمرأة، والدار "[17]

"سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ ہامہ ہے نہ چھوت چھات ہے اور نہ بدشگونی ہے اگر کسی چیز میں بدشگونی ہوتی تو گھوڑے، عورت اور گھر میں ہوتی"۔

ترمذی میں انس رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" عن أنس، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا عدوى ولا طيرة، وأحب الفأل، قالوا: يا رسول الله، وما الفأل؟ قال: الكلمة الطيبة " [18]

"انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی چوت چھات نہیں اور نہ بد شگوئی ہے میں فال سے محبت کرتا ہوں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ فال کیا چیز ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا کلمہ ہے"۔

بخاری شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

" عن سعيد بن ميناء، قال: سمعت أبا هريرة، يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «لا عدوى ولا طيرة، ولا هامة ولا صفر، وفر من المجذوم كما تفر من الأسد " [19]

"سعید بن میناء رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہا کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھوت لگنا بد شکونی لینا، الو کا منحوس ہونا اور صفر کا منحوس ہونا یہ سب لغو خیالات ہیں البتہ جزامی شخص سے ایسا بھاگتا رہ جیسا کہ شیر سے بھاگتا ہے"۔

حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جذامی آدمی سے جو شیر کی طرح بچنے کا حکم دیا ہے اور اس کے علاوہ دیگر روایات میں بھی جہاں طاعون پھیلا ہو وہاں جانے سے منع فرمایا ہے تو ان کے متعلق سمجھنا چاہئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم اس بنا پر نہیں ہے کہ جزام اور طاعون بذات خود دوسرے کے لگ جاتے ہیں بلکہ کمزور ایمان والوں کے ایمان واعتقاد کی حفاظت کی غرض آپ نے بچنے کا حکم فرمایا کہ مبادا کسی ضعیف الایمان شخص کو جزامی کے پاس بیٹھنے سے جزام ہو جائے یا طاعون زدہ علاقہ میں جانے سے طاعون ہو جائے تو اس کا اعتقاد بگڑ جائے گا اور وہ سمجھنے لگے گا کہ جزامی کے پاس بیٹھنے سے یہ جزام ہوا ہے یا طاعون زدہ علاقہ میں جانے سے طاعون ہوا ہے نہ میں جزامی کے پاس بیٹھتا اور نہ طاعون زدہ علاقہ میں جاتا اور نہ یہ مرض ہوتا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جزام یا طاعون اس کے لئے پہلے ہی سے مقدر تھا۔ جزامی کے پاس بیٹھنے یا طاعون والے علاقہ میں جانے سے نہیں ہوا۔

دفع تعارض

اس مسئلے میں نفی واثبات دونوں قسم کی احادیث وارد ہیں لہذا ان احادیث میں تعارض ہے اور سلف صالحین نے دفع تعارض کے کچھ اصول بیان کئے ہیں۔ اہل حدیث یعنی محدثین اور جمہور فقہاء کرام کی رائے یہ ہے کہ کوئی ایسا راستہ اختیار کیا جائے کہ دونوں احادیث پر عمل ممکن ہو سکے۔

" والجمع بين الحديثين أولى من إلغاء "[20]

"دونوں حدیثوں کو جمع کر کے عمل کرنا کسی ایک حدیث کو مہمل چھوڑ دینے سے بہتر ہے"۔

محدثین کی اصطلاح میں اس درمیانی راستے کو تطبیق، جمع یا توفیق کہتے ہیں۔ اگر جمع یا تطبیق ناممکن ہو تو مقدم منسوخ اور مؤخر کو ناسخ قرار دے کر عمل کیا جائے گا۔ اگر یہ ناممکن ہو تو قاعدہ ترجیح پر عمل کیا جائے گا۔ اگر یہ تینوں ناممکن ہوں تو توقف کیا جائے گا۔ اب اس مسئلے میں تعارض ہے۔ ان احادیث میں تطبیق اور جمع ناممکن ہے۔ کیونکہ نفی اور اثبات ایک جگہ پر جمع کرنا ناممکن ہے۔ اب ایک حدیث کو ناسخ اور دوسرے کو منسوخ کہا جائے گا۔ جیسے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" قال وقد ذهب عمر رضي الله عنه وغيره من السلف إلى الأكل معه ورأوا أن الأمر باجتنابه منسوخ "[21]

"امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ اور سلف کا مذہب یہی ہیں کہ وہ مجذوم کے ساتھ کھانا کھانے کے قائل تھے اور ان کی رائے یہ تھی کہ مجذوم سے بچنے کا حکم منسوخ ہو چکا ہے"۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ "**فرمن المجذوم**" منسوخ ہے لہذا "**لاعدوی**" پر عمل ہو گا یہ اس کا ناسخ ہے۔ اور بعض علماء نے اس حدیث کو لوگوں کی عقیدے پر محمول کیا ہے کہ جب کسی کا عقیدہ خراب ہوتا ہو اور اس کا یقین پختہ نہ ہو تو عقیدے میں نقص سے بچنے کے لئے مجذوم سے دور بھاگنا چاہیئے ورنہ صحیح بات یہ ہے کہ کوئی بیماری متعدی نہیں۔ جیسے

حاشیہ سندی میں فر من المجذوم کی وجہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"(وفرّ من المجذوم الخ)لايشكل هذابقوله لاعدوى لأن المراد نفي العدوى المستلزم أن شيئاً لا يعدي بطبعه نفياً لما كانت الجاهلية تعتقده،فأبطل{صلى الله عليه وسلّم}اعتقادهم ونهاهم عن

الدنوّمن المجذوم ليبين أن هذامن الأسباب التي أجرى الله العادة بأنها تفضي إلى مسبباتها وقد يتخلف ذلك عن سببه"[22]

'' فر من المجذوم کے قول سے لاعدوی پر کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا عدوی کی نفی کے مستلزم سے مراد یہ ہے کہ کوئی چیز بطبعہ متعدی نہیں ہوتی۔ یہ جاہلیت کی عقیدے کی نفی تھی تو ان کے عقیدے کو باطل کیا اور مجذوم کے ساتھ رہنے سے منع فرمایا تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ یہ اسباب اللہ تعالیٰ عادۃً جاری فرماتے ہیں تاکہ اپنے مسبب کی طرف مفضی ہو جائے۔ اور اس نے اپنے سبب کی مخالفت کی تھی''۔

اگر فر من المجذوم منسوخ نہ ہوتا یا اس کا کوئی وجود موجود ہوتا ہے تو جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے مجذوم کے ساتھ کھانے پینے کا جواز نہ ہوتا جیسے جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

" عن جابر أن النبي صلى الله عليه وسلم أكل مع المجذوم وقال له كل ثقة بالله وتوكلاعليه "[23]

''جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجذوم کے ساتھ کھانا کھایا اور فرمایا کہ ہر تکلیف اللہ کی طرف سے ہے اور اس پر بھروسہ رکھنا چاہئے''۔

ایک طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فر من المجذوم کا قول ہو اور دوسری طرف عائشہ رضی اللہ عنہا کی پیالی میں مجذوم کا پانی پینا اس بات کی دلیل ہے کہ فرمن المجذوم منسوخ ہے اور لاعدوی اس کا ناسخ ہے جیسے عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

" وعن عائشة قالت مولى مجذوم فكان يأكل في صحافي ويشرب في أقداحي وينام على فراشي " [24]

''عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ میرا ایک مولی مجذوم تھا وہ میری پلیٹ میں کھاتا تھا اور میری پیالی میں پیتا تھا اور میری بستر ے پر سوتا تھا''۔

اسی حدیث کی تشریح اور وضاحت کرتے ہوئے علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" وعن عائشة: أن امرأة سألتها أكان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال (فر من المجذوم فرارك من الأسد؟ فقالت عائشة: كلا والله، ولكنه قال: لا عدوى، وقال: فمن أعدى الأول؟ وكان مولى لنا أصابه ذلك الداء فكان يأكل في صحافي ويشرب في أقداحي وينام على فراشي "[25]

"عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی عورت نے رسول اللہ کے قول "فر من المجذوم فرارك من الأسد" کے بارے میں سوال کیا تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ خبر دار اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ سے یہ قول "لا عدوى وقال فمن أعدى الأول" منقول ہے۔ کہ ہمارا ایک مولی تھا جس کو یہ بیماری لگی تو وہ میری پلیٹ میں کھاتا تھا اور میری پیالی میں پیتا تھا اور میری بسترے پر سوتا تھا"۔

اس کی وضاحت اور تشریح کرتے ہوئے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" عن عمرو بن الشريد، عن أبيه، قال: كان في وفد ثقيف رجل مجذوم، فأرسل إليه النبي صلى الله عليه وسلم «إنا قد بايعناك فارجع "[26]

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ بنو ثقیف کی طرف سے جو وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت کی غرض سے حاضر ہوا تھا، اس میں ایک مجذوم شخص بھی تھا، آپ علیہ السلام نے اس کی طرف آدمی بھیجا کہ ہم نے تم سے بیعت کر لی تم لوٹ جاؤ"۔

شیبی رحمۃ اللہ علیہ بھی تعدی کا قائل نہیں اسلئے لکھتے ہیں:

أن العمل على قوله : "لا عدوى"، أي لا وجود لها، وإنما أمر بالفرار من المجذوم حسما للمادة وسدا للذريعة، لئلا يتفق لمن لاقاه شيء مما / أصابه بقدر الله لابالإعداء، فيظن أنه عدوى فيقع في الحرج، وهذا جواب ابن خزيمة، وأبي عبيد والطحاوي والطبري والقرطبي.[27]

"عمل لاعدوی کے قول پر ہو گا یعنی اس کا کوئی وجود نہیں اور مجذوم سے فرار کا حکم مادے کو جڑ سے اکھاڑنا اور سد الزرائع ہے۔ کیونکہ اس کو جو مصیبت پہنچی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کی وجہ سے ہے نہ کہ تعدی کی وجہ سے۔ پس وہ اس گمان میں مبتلا تھے کہ یہ تعدی ہے یہ ابن خزیمہ، ابوعبید، طبری اور قرطبی کا جواب ہے"۔

اس زمانے کے لوگ تعدی کا عقیدہ رکھتے تھے اور بدشگونی اور الو کو منحوس سمجھنے کا عقیدہ ان کی گوٹی میں پڑی تھی نبی کریم ﷺ نے ان عقائد سے سختی سے منع فرمایا جیسے علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" لا عدوى ولا طيرة ولا هامة إن تكن الطيرة في شيء فهو في المرأة والفرس والدار، فإذا سمعتم بالطاعون بالأرض فلا تهبطوا عليه، وإن وقع وأنتم بها فلا تفروا منه "[28]

"نہ چھوت چھات ہے اور نہ بد شگونی ہے اور نہ ہامہ (مقتول کی روح ہے) اگر نحوست کسی چیز میں ہے تو وہ عورت میں اور گھوڑے میں اور گھر میں ہے پس جب تم کسی زمین میں طاعون کا سنو تو اس میں جا کر نہ ٹھہرو اور اگر وہ واقع ہو جائے اور تم وہاں ہو تو وہاں سے نہ بھاگو"۔

اس میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ امراض ہر حال میں متعدی ہوتے ہیں تو اس کی نفی حدیث شریف میں فرمادی کہ اپنی ذات سے مرض متعدی نہیں ہوتا جب تک اللہ تعالی کا حکم نہ ہو اور مشاہدات بھی آئے دن اس کی تائید کرتے ہیں کہ مریض کے قریب بہت سے لوگ جاتے ہیں لیکن مرض کسی کو لگتا ہے اور کسی کو نہیں، زمانہ جاہلیت والا یہ عقیدہ باطل ہے، اور جن احادیث میں مریض کے پاس جانے سے پرہیز کا حکم ہے وہ احتیاط کی بنا پر اور کمزور اعتقاد والے لوگوں کے حق میں ہے کہ ممکن ہے کہ کسی مریض کے پاس جانے سے ان کو بھی وہ مرض لگ جائے اور وہ یہ سمجھے کہ اس مریض کے پاس جانے سے یہ مرض مجھے لگا ہے، حالانکہ مرض کا لگنا اللہ تعالی کے حکم کی بنا پر ہے۔

اس کی تشریح کرتے ہوئے ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

" ثانيها حمل الخطاب بالنفي والإثبات على حالتين مختلفتين فحيث جاء لا عدوى كان المخاطب بذلك من قوي يقينه وصح توكله بحيث يستطيع أن يدفع عن نفسه اعتقاد العدوى كما يستطيع أن يدفع التطير الذي يقع في نفس كل أحد لكن القوي اليقين لا يتأثر به وهذا مثل ما تدفع قوة الطبيعة العلة فتبطلها وعلى هذا يحمل حديث جابر في أكل المجذوم من القصعة وسائر ما ورد من جنسه وحيث جاء فر من المجذوم كان المخاطب بذلك من ضعف يقينه ولم يتمكن من تمام التوكل فلا يكون له قوة على دفع اعتقاد العدوى "[29]

"نفی اور اثبات کا خطاب دو مختلف حالتوں پر محمل ہیں لاعدوی کا مخاطب قوی یقین والے ہیں جس کا توکل صحیح ہو اور اپنے نفس سے **عدوی** کا اعتقاد ختم کر سکتا ہو اور اس سے متاثر نہ ہوتا ہو تو ان پر حدیث جابر رضی اللہ عنہ کے قصے میں **اكل المجذوم** اور اسی طرح دوسرے احادیث کا محمل ہو گا۔ اور **فرار من المجذوم** کا محمل ان لوگوں پر ہو گا جس کا اعتقاد مضبوط نہ ہو اور ان کا توکل پختہ نہ ہو۔ جس کا اعتقاد **عدوی اعتقاد** کی دفع پر قوی نہ ہو"۔

نوٹ:

حفظ ماتقدم کے طور پر وبائی بیماریوں سے بچاو کے لئے حفاظتی ٹیکے بچوں اور بڑوں کے لگوانا اور اعتدال کے اندر رہتے ہوئے دیگر جائز احتیاطی تدابیر اختیار کرنا شرعا جائز ہے اسلام اس سے منع نہیں کرتا اور وہ اس کے خلاف نہیں ہے لیکن ان میں بھی یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ حفاظتی ٹیکے اور احتیاطی تدابیر اپنے مؤثر ہونے میں حکم خداوندی کی محتاج ہیں جب تک حکم ربی ہے حفاظتی ٹیکے وغیرہ مفید اور باعث حفاظت ہیں اور جب حق تعالیٰ کو بیمار کرنا مطلوب ہوگا تو یہ تمام حفاظتی ٹیکے اور تمام احتیاطی تدابیر خاک ہوجائیں گی جس کا تجربہ ومشاہدہ آنکھوں کے سامنے ہے۔

نتائج البحث

بیماری کی متعدی ہونے میں دو قسم کی روایات موجود ہیں بعض روایات میں بیماری کی تعدی سے نفی کی گئی ہے اور بعض روایات کی مفہوم سے تعدی کی اثبات ثابت ہوتا ہے۔ تعارض واقع ہوا تو دفع تعارض کے لئے فقہاء کرام نے چند قواعد مقرر کیے ہیں اگر جمع وتطبیق ممکن ہو تو دونوں روایات کو جمع کریں گے مگر یہاں جمع ناممکن ہے کیونکہ نفی اور اثبات ایک جگہ پر جمع نہیں ہوسکتا تو دوسري صورت یہ ہے کہ مؤخر کو ناسخ اور پہلے کو منسوخ کہہ کر دوسری روایت پر عمل ہوگا یہاں بھی یہ قاعدہ جاری ہوتا ہے کیونکہ فرمن الاسد کئی وجوہ سے منسوخ ہے منسوخ کی پہلی وجہ یہ ہے کہ اس جیسی روایات کے اسناد میں خلیل بن زکریا الشیبانی ہے اس کے اکثر احادیث منکر ہے اس کا کوئی تابع نہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ایک طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور پھر دوسری طرف عائشہ رضی اللہ عنہا کی پیالی میں مجذوم کا پانی پینا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ روایت منسوخ ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ان روایات کو منسوخ کہا ہے۔ لہذا شریعت سے ثابت ہوا کہ بیماری متعدی نہیں ہوتی۔

حوالہ جات

[1] Sigerist.:Yale University Press page 100,

[2] سورہ توبہ:108۔

[3] مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، کتاب الطھارہ، باب فضل الوضوء، حدیث نمبر:223،(بیروت:دار احیاء التراث العربی)، 1/203۔

[4] محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب الاستنجاء بالماء، حدیث نمبر:150،(دار طوق النجاۃ، طبع:اول، 1422ھ)، 1/42۔

[5] محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری، کتاب الطب، باب لا ھامۃ، حدیث نمبر:5771، 7/138۔

[6] ابوداود سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داود، کتاب الطب، باب فی الطیرۃ، حدیث نمبر:3911،(بیروت:المکتبۃ العصریہ)، 4/17۔

[7] محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری، کتاب الطب، باب الجذام، حدیث نمبر:5707، 7/126۔

[8] علاء الدین، علی بن حسام الدین، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، کتاب الطب من قسم الافعال، الامراض، حدیث نمبر:28508، (مؤسسۃ الرسالہ، طبع:پنجم، 1981ء)، 10/97۔

[9] احمد بن محمد بن حنبل، مسند الامام احمد بن حنبل، حدیث نمبر:581،(مؤسسۃ الرسالہ، طبع:اول، 2001ء)، 2/21۔

[10] محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری، کتاب الطب، باب مایذکر فی الطاعون، حدیث نمبر:5728، 7/130۔

[11] احمد بن الحسین بیہقی، السنن الکبری، کتاب النکاح، باب لاعدوی علی الوجہ الذی انوافی الجاھلیۃ یعتقدونہ من اضافۃ الفعل الی غیر اللہ تعالی، حدیث نمبر:14233،(بیروت:دار الکتب العلمیہ، طبع:سوم، 2003ء)، 7/351۔

[12] احمد بن محمد طحاوی، شرح معانی الآثار، کتاب الکراہۃ، باب الرجل یکون بہ الداء ھل یجتنب اَم لا؟، حدیث نمبر:7053،(عالم الکتب، طبع:اول، 1994ء)، 4/307۔

[13] علاء الدین، علی بن حسام الدین، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، کتاب الطب من قسم الافعال، العدوی، حدیث نمبر:28601، 10/119۔

[14] مالک بن انس، مؤطا الامام مالک، العین، عیادۃ المریض والطیرۃ، حدیث نمبر:3483،(ابوظبی:مؤسسہ زاید بن سلطان آل نھیان للاعمال الخیریہ والانسانیہ، طبع:اول، 2004ء)، 5/1380۔

[15] ابو داود سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داود، کتاب الطب، باب فی الطیرة، حدیث نمبر:3912،4/17۔

[16] علاء الدین، علی بن حسام الدین، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، کتاب الطب من قسم الافعال، العدوی، حدیث نمبر:28610، 10/120۔

[17] ابو داود سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داود، کتاب الطب، باب فی الطیرة، حدیث نمبر:3921،4/19۔

[18] محمد بن عیسی ترمذی، سنن الترمذی، ابواب السیر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ماجاء فی الطیرة، حدیث نمبر:1615،(بیروت: دار الغرب الاسلامی،1998ء)،3/213۔

[19] محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری، کتاب الطب، باب الجذام، حدیث نمبر:5707،7/126۔

[20] احمد بن علی بن حجر عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، دار المعرفہ -بیروت،1379ھ،9/423۔

[21] یحیی بن شرف نووی، المنہاج شرح صحیح مسلم، کتاب السلام، باب اجتناب المجذوم ونحوہ، حدیث نمبر:2231،(بیروت: دار احیاء التراث العربی، طبع:1392ھ)،14/228۔

[22] محمد بن عبد الہادی سندی، حاشیۃ السندی علی صحیح البخاری، دار الفکر،4/10۔

[23] یحیی بن شرف نووی، المنہاج شرح صحیح مسلم، کتاب السلام، باب اجتناب المجذوم ونحوہ، حدیث نمبر:2231،14/228۔

[24] ایضًا۔

[25] بدر الدین عینی، عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب العدة، باب الجذام، حدیث نمبر:5707،(بیروت: دار احیاء التراث العربی)، 21/247۔

[26] مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، کتاب السلام، باب اجتناب المجذوم ونحوہ، حدیث نمبر:2231،4/1752۔

[27] محمد الفضیل بن محمد الشبیھی، الفجر الساطع علی الصحیح الجامع،8/60۔

[28] علاء الدین، علی بن حسام الدین، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، کتاب الطب من قسم الافعال، العدوی، حدیث نمبر:28611، 10/121،120۔

[29] احمد بن علی بن حجر عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری،10/160۔